

توضیح السقیمان عن مکاپد الشیطان

بیان الرزق
بیان الرزق
بیان الرزق

کی برکتوں سے

سچے حمالہ کذاب حل اٹھے



برائیم
حفلات مولانا عبدالرزاق پختہ ساری

استاذ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

ہش شعبہ تحقیق و تصنیف

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

حرف آغاز

جس طرح کہ آتائے دو جہاں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دل و جان سے محبت کرنا ضروری اور لازمی ہے اسی طرح پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کی ساتھ محبت کرنا ان پر عمل کرنا انتہائی ضروری اور لازمی ہے۔ خصوصاً اس پر فتن اور جہالت و بدعت کے دور میں جبیبہ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی سنتوں پر عمل کرنا خاطراً مشکل ہے مگرایے جہالت و بدعت کے زمانہ میں سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنے کا اجر و ثواب بھی خود پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے عظیم بیان فرمایا۔ سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درس دیتے ہوئے اللہ کے جبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، من تمسک بسننتی عند فساد امتی فله اجر مائی شهید (مختلقة، ص ۳۰) جس آدمی نے فساد کے زمانہ میں میری ایک سنت پر عمل کیا اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے..... بخان اللہ! کتنا بڑا اجر و ثواب ہے۔ پھر خصوصی طور پر اس فساد کے زمانہ میں سنت کے مطابق چہرے پر داڑھی رکھ لیتا اپنے سر پر گنڈی مبارک سجا لیتا بہت ہی مشکل کام ہے لیکن جن مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے وہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت پر عمل کرتے ہیں اور تاقیامت ان شاء اللہ تعالیٰ سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل ہوتا رہے گا۔ وہ عمامہ شریف کہ جس کے متعلق آقا دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (مندار الفردوس)

جب چند سالوں سے اہل سنت کی عالمگیر مساعی کی حامل جماعت دعوتِ اسلامی نے اپنے چہروں پر داڑھی مبارک رکھ کر سر پر سبز رنگ کا عمامہ شریف سجا کر اپنی طاقت کے مطابق ہر ہر سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اسلاف کے مشن کو آگے بڑھایا اور مسلمانوں کو سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس وینا شروع کیا تو ان کے مشن اور بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر چند شرپسندوں نے ان کے خلاف معاذ کھڑا کرتے ہوئے ایک پمپلٹ چھپوا کر تقسیم کیا جس میں ایک حدیث نبوی کا غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو دھوکہ و فریب دینا چاہا کہ سبز رنگ کا عمامہ باندھنا یہ توجہ جال کے قبیلین کی علامت ہے۔ العیاذ بالله

مذکورہ بالا پمپلٹ جناب علامہ حافظ محمد اسحاق ظفر صاحب دامت برکاتہ العالیہ اور راقم الحروف (حافظ خان محمد) کے پاس پہنچا پڑھ کر بڑا دکھا کہ اپنا مطلب پورا کرنے کیلئے اتنا بڑا ظلم عظیم کہ حدیث شریف کا ترجمہ و تشریح ہی بدل کر آقا دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان لگایا گیا ہے ان کے اس مکر کو مندفع کرنے اور مسئلہ کی وضاحت کیلئے ہم نے اپنے محسن مشقق مریبی استاذ العلماء محقق البیشت مفتی البیشت پیکر محبت و اخلاص حضرت علامہ قاضی عبدالرزاق صاحب بمحترم الوفی دامت برکاتہ العالیہ مدرس جامعہ رضویہ خیاء العلوم کی خدمت میں جواب لکھنے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت استاذی المکرم ایک تبحر عالم دین انتہائی محنتی قابل مدرس اور بلند پایہ خطیب ہیں۔ درس نظامی کے جس فن کی جو بھی کتاب آپ کو دے دی جائے اس کو پڑھانے کا حق ادا فرمادیتے ہیں۔

تعلیم و تدریس کیسا تھا آپ کا گہر اعلق اور نسبت ہے اللہ تعالیٰ نے قبلہ استاذی المکرم کو جہاں اور بہت ساری خوبیوں سے نوازے ہے جس طرح کہ آپ میدان تدریس کے شاہ سوار ہیں اسی طرح آپ میدان تحریر کے بھی شاہ سوار ہیں گویا کہ تدریس و تحریر دونوں آپ پر ناز کرتی ہیں۔ قبلہ استاذی المکرم صاحب کی تحریر کردہ کتب عوام و خواص میں بے حد مقبول ہیں آپ کا انداز تحریر اتنا آسان اور سادہ ہے کہ بغیر کسی محنت و مشقت کے ہر ہر مسئلہ ذہن میں مستمکن ہو جاتا ہے۔ مختلف عنوانات پر آپ نے بے مثال کتابیں تحریر کی ہیں۔ چند ایک کے نام مندرجہ ذیل ہیں:-

اردو زبان میں *تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان، شمع ہدایت، تذكرة الانبیاء، موت کا منظر مع احوال حشر و نشر، اسلام میں عورت کا مقام، انگوٹھے چومنا مستحب ہے، اذان کے ساتھ درود و سلام مستحب ہے، اقامت بیٹھ کر سنا مستحب ہے، امام اعظم اور فرقہ حنفی، نماز حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا، نماز کے بعد ذکر مستحب ہے، مسجد اور اس کے احکامات، تکریم والدین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تحفہ حفاظ، عصمت انبیاء، ایصال ثواب مستحب امر ہے، شرح مراد الارواح، حاشیہ میزان الصرف، حاشیہ سراجی۔*

عربی زبان میں *حاشیہ تلخیص المفتاح، حاشیہ نور الایضاح، حاشیہ قدوری اور حاشیہ کنز الدقائق۔*

تفصیفات کا سلسلہ جاری ہے۔ *اللَّهُمَّ زِدْ فِزْدَ* جس طرح کہ قبلہ استاذی المکرم کی عادت مبارکہ ہے کہ انفرادی مسئلہ ہو یا کہ اجتماعی آپ کا قلم حرکت میں آتا ہے اور اس مسئلہ کی وضاحت کا حق ادا کر دیا جاتا ہے ہماری عرض کو قبول فرماتے ہوئے اور حق کی وضاحت کیلئے آپ نے شرپندوں کے مکروہ فریب کا مکمل جواب دے کر اور مزید کئی گوشوں پر انتہائی عالمانہ فاضلانہ محققانہ گفتگو فرمائی ہے۔

اس رسالہ کی کپوزنگ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ استاذ محترم حافظ محمد اسحاق ظفر صاحب کی خصوصی توجہ کے باعث عزیزم حافظ محمد شاہد خاقان ہزاروی نے کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ استاذی المکرم بحترالوی صاحب کا سایہ تادری ہم پر قائم و دائم رکھے دیگر جن احباب نے جس طرح تعاون کیا ہے اللہ تعالیٰ جزا نے خیر عطا فرمائے۔ *(آمین ثم آمین یا رب العالمین)*

حافظ خان محمد

فضل جامع درضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

خطیب جامع مسجد غوثیہ ڈھوک پراچہ راولپنڈی

الاستفتاء

محترم جناب استاذ العلماء مفتی اہل سنت حضرت مولانا عبد الرزاق چشتی بھتر الوی صاحب مذکوٰۃ العالی
مفتی و استاذ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ.....

عالی مرتبت! ہمارے علاقہ نواحی میں آج کل کچھ لوگ ایک نئے فتنے کا احیاء کر رہے ہیں۔ جس سے نہ صرف امت مسلمہ کے درمیان افتراق و انتشار کا اندر یشہ ہے بلکہ احادیث مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی آڑ لے کر نبی کریم صلی اللہ عالی علیہ وسلم کی پیاری سنتوں کو ختم کرنے کی مذموم سعی کا جارہی ہے۔

عرض حال یہ ہے کہ مکلوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۷۷ باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال فصل ثانی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عالی عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کا ترجمہ اور اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کلمہ 'السیجان' بمعنی الطیasan الاخضر کے کلمات سے اپنا مزعمہ مطلب نکالتے ہوئے سبزرنگ کی ٹوپی یا عمامہ پہننے والے کو خاکم بدہن گروہ دجال سے شمار کر کے عامۃ اُسلیمین کو دھوکا دیتے ہوئے عمامہ شریف کی پیاری سنت کو ترک کرنے پر برا بیخخت کرتے ہیں۔

جناب والا گزارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اور تفسیر و لغت کی رو سے وضاحت فرمائی جائے کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اور سبزرنگ کے لباس یا عمامہ شریف برنگ سبزر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور عمامہ شریف کے حوالے سے جو فضائل کتب اسلاف میں مذکور ہیں ان سے آگاہی فرمائی جائے۔ بنیو اتو جروا

والسلام مع الاحترام

☆ قاری خان محمد قادری موضع لنگر تخلیل جنڈ ضلع ایک

☆ قاری طارق علی سیکرٹری اطلاعات جماعت اہل سنت خوشاب

اجمالی جواب

جوہ بولنا گناہ کبیرہ حدیث کی نسبت غلط طور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا، اپناٹھکانا جہنم میں بنانا ہے۔

﴿ دجال کی پیروی کرنے والے سبز عمامہ والے ہوں گے ﴾

حدیث مبارکہ کا یہ معنی کر کے، جان بوجہ کر جھوٹ بولا گیا ہے یا اپنی جہالت و حماقت کا اظہار کیا گیا ہے۔

جس لباس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا اور اس میں حرمت اور کراہت کی کوئی وجہ نہیں پائی گئی اسے حرام کہنا جرم عظیم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید لباس کے بعد سبز رنگ کا لباس پسند تھا۔

اجمالی جواب

رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے.....

يَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مِعَ الصَّادِقِينَ

اے ایمان والوالد سے ڈروا اور پچوں کے ساتھ ہو۔

وَفِي الْآيَةِ مَا لَا يَخْفِي مِنْ مَدْحَ الصَّدَقِ وَأَسْتَدِلْ بِهَا كَمَا قَالَ الْجَلَلُ السَّيُوطِيُّ مِنْ لَمْ يَبْعَدْ

الْكَذَبُ فِي مَوْضِعٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ لَا تَصْرِحُ بِهَا وَلَا تَعْرِيضاً (روح المعانی)

آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ حق قابل مدح چیز ہے کیونکہ اس آیت میں حق کی مدح بیان کی گئی ہے جو مخفی نہیں۔ اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جھوٹ کسی حال میں بھی جائز نہیں خواہ ظاہر طور پر ہو یا اشارہ سے ہو مظہری نے لا چدا ولا هزا تحریر فرمایا ہے کہ جھوٹ ارادہ سے بھی منع ہے اور مزاح سے بھی۔

وَالظَّاهِرُ عُمُومُ الْخُطَابِ وَيَنْدَرُجُ فِيهِ التَّائِبُونَ اَنْدَرَ اِجَاجًا (روح المعانی)

ظاہر یہی کہ یہ خطاب عام ہے کہ تم ہر سچے شخص کے ساتھ ہو۔

البتہ جن تین صحابہ کرام کے حق کا ذکر ہو رہا ہے۔ ان کے ساتھ ہونا مقصودی اور اول حیثیت میں ہے، اس کے بعد حکم عام ہے،

ہر سچ بولنے والے کے ساتھ ہو جانے کا حکم ہے۔ جھوٹوں سے فتح کر رہنا ضروری ہے۔

آلیة دالة على فضل الصدق وكمال درجة كما روى عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه انه قال
عليكم بالصدق فإنه يقرب إلى البر والبر يقرب إلى الجنة وإن العبد ليصدق فيكتب عند الله
صديقاً وإياكم والكذب فإن الكذب يقرب إلى الفجور والفجور يقرب إلى النار وإن الرجل ليكذب
حتى يكتب عند الله كذاباً إلا ترى أنه يقال صدقة وبروت وكذبة وفجرة (كبير ح ۱۶ ص ۲۲۲)

آیت کریمہ سچائی کی فضیلت اور اس کے کامل درجہ پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
تم پر لازم ہے کہ سچ بولو کیونکہ سچ انسان کوئی کے قریب کرتا ہے اور نیکی جنت کے قریب کرتی ہے اور بے شک بندہ سچ بولنے کی وجہ
سے اللہ کے ہاں صدقیق لکھا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے دور رہو کیونکہ یقینی بات ہے کہ جھوٹ انسان کو گناہوں کے قریب کرتا ہے اور
گناہ آگ کے قریب کرتے ہیں اور انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ
کھا جاتا ہے تم نے سچ بولا اور نیکی کا کام کیا تم نے جھوٹ بولا اور گناہ کا کام کیا۔

خیال رہے کہ یہ حدیث جو کبیر سے نقل کی ہے یہی حدیث کچھ مختلف الفاظ سے بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے
جو مشکلۃ باب حفظ اللسان میں ہے۔ وہ الفاظ مبارکہ اس طرح ہیں:-

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عليكم بالصدق فإن الصدق
يهدى إلى البر وإن البر يهدى إلى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب
عند الله صديقاً وإياكم والكذب فإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار
وما يزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذاباً (متفق عليه)

اس حدیث پاک کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلا من
نتن ما جاء به (ترمذی، مشکلۃ باب حفظ اللسان) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلى اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی وجہ سے اس سے مردار کی طرح جو باؤتی ہے اس سے فرشتے دور بھاگ جاتے ہیں۔
مسئلہ کی وضاحت کیلئے یہ مختصر الفاظ سچائی کی فضیلت جھوٹ کی مذمت میں بیان کیا گیا تاکہ مسئلہ آسانی سے سمجھ آسکے۔

حدیث نبوی میں کذب بیانی کی مذمت

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتقوا الحديث
عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فليتبوا مقعدہ من النار (ترمذی، مکملۃ باب العلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کرنے میں اجتناب کرو سوائے اس کے کہ تمہیں یقینی علم حاصل ہو (کہ ہاں واقعی وہ میری حدیث ہے) جس آدمی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کو منسوب کیا اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

خیال رہے فمن کذب سے شروع ہو کر آخر تک حدیث ابن ماجہ میں بھی حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے مذکور ہے۔

وضاحت حدیث فليتبوا: يقال تبوا اذا اتخذها مسكنها و هو امر معناه الخبر يعني فان الله يبوئه تبوا الدار کا معنی ہے اس نے فلاں گر کو اپنا مسکن بنایا اگرچہ فليتبوا صیغہ تو امر کا ہے لیکن معنی خبر والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

البتہ امر کا صیغہ تحکم کے طور پر ہے تقریباً با محاورہ کلام ہے اسے ذلیل کرنے کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ میری طرف جھوٹ کو منسوب کرنے والے! خود ہی اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے اور تیرا کوئی راستہ ہی نہیں۔

جهوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے

کان ذلك كبيرة بل قال الشيخ ابو محمد الجوینی انه کفر يعني لانه یترتب عليه الاستخفاف بالشريعة جھوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ ہے بلکہ شیخ ابو محمد جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ جھوٹی حدیث بیان کرنا کفر ہے۔ اس لئے کہ اس میں شریعت کی توہین ہے اور اسے گھٹیا سمجھنا لازم آتا ہے۔

حدیث کا مطلب بدلتا شدید گناہ ہے

و يؤخذ من الحديث ان من قرأ حديثه وهو يعلم انه يلحن فيه سواء كان في ادائه او اعرابه يدخل في هذا الوعيد الشديد لانه يلحنه كاذب عليه

حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جس شخص نے حدیث پاک کو ایسی سُر اور ایسے لمحے سے پڑھا جس سے حدیث پاک کا معنی بدل گیا یہ انداز اس نے جانتے ہوئے اختیار کیا کہ حدیث کا مطلب بدل رہا ہے اسی طرح اس نے جان بوجھ کر حدیث کی حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بدلنا، جس سے حدیث شریف کا مطلب بدل گیا تو وہ اسی عوید شدید میں داخل ہے کہ اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا۔

جهوٹی حدیث بیان کرنے سے اجتناب واجب ہے

قال الطیبی فیه ایجاب التحرز عن الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ انسان کیلئے واجب ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے اجتناب کرے۔

جهوٹی حدیث نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا سبب ہے

وَفِيهِ اشارةٌ إِلَى مِنْ نَقْلٍ حَدِيثًا وَعِلْمٍ كَذِبٍ يَكُونُ مَسْتَحْقًا لِلنَّارِ إِلَّا إِنْ يَتُوبَ (ازمرقاۃ، ج ۱ ص ۲۶۵)

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث کے متعلق جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے پھر وہ کسی سے روایت کرے تو اس کا روایت نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے ہاں البته تو بہ کر لے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔

واضح ہوا کہ جھوٹی حدیث گھڑنا اور پیش کرنا، جان بوجھ کر جھوٹی حدیث نقل کرنا، جان بوجھ کر حدیث کے مطلب کو پڑھنے کے انداز سے بدلنا، جان بوجھ کر حدیث کی حرکات کو بدل کر حدیث کے مفہوم کو بدلنا، اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنانا ہے۔ اس سے گناہ کبیرہ کا مرتكب ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ شریعت سے مزاح اور شریعت کو گھٹایا سمجھنے کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔ مومن کو اپنا ایمان بچانے کیلئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

اسی سے واضح ہو گیا کہ جان بوجھ کر احادیث کے معانی غلط مراد لینا بھی اپنے آپ کو جہنم کا حقدار بنانا ہے۔ بے دین لوگ پہلے ہی قرآن پاک اور احادیث کے مطالب اپنی مرضی کے بیان کر کے دین اسلام کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ اگر علماء نے بھی ضد، حسد، عناد کی وجہ سے قرآن و حدیث کے معانی بد لئے شروع کر دیئے تو بے دینوں کو کیسے سمجھایا جائے گا؟

شريعت نے جس کام سے منع نہیں کیا وہ جائز ہے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر، حمار و حشی یا چمڑے کے باس وغیرہ (کی حلت و حرمت) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، **الحلال ما احل اللہ فی كتابہ والحرام ما حرم اللہ فی كتابہ وما سكت عنه فهو مما عفى عنه** (ابن ماجہ، ترمذی، مختلقة کتاب الاطعمة، ص ۳۶۷) جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا گیا وہ معاف ہے۔

تنبیہ) خیال رہے کہ کتاب اللہ (قرآن مجید) میں یہ بھی ذکر ہے:

ما اتکم الرسول فخذوه وما نهاكم عنہ فانتهوا

جو چیز تمہیں رسول اللہ عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے آپ روکیں اس سے رُک جاؤ۔

اس آیت کے عموم الفاظ کو دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد **لعن اللہ الواشمة والمستوشمة** اللہ تعالیٰ نے رنگ بھرنے والی اور بھروانے والی پر لعنت فرمائی کو حکم قرآن ہی قرار دیا کیونکہ آپ نے جب جسم کے خون میں رنگ بھر کر پھول وغیرہ بنانے والی عورتوں کو منع کیا اور انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا تو ایک عورت نے کہا میں نے مکمل قرآن پڑھا ہے مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا کہ اس سے منع کیا گیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مکمل قرآن نہیں پڑھا اگر غور سے پڑھتی تو تمہیں یہ بھی نظر آتا: **ما اتکم الرسول فخذوه وما نهاكم عنہ فانتهوا**۔

جب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پیش کر رہا ہوں تو وہ قرآن پاک کی اس آیت کے مطابق ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے رُک جانا، اسے ترک کر دینا بھی ضروری ہے۔

عن ابن عباس قال كان اهل الجahلية يا كلون اشياء و يتربكون اشياء تقدرا فبعث الله نبيه وانزل كتابه و احل حلاله و حرم حرامه فما احل فهو حلال و ما حرم فهو حرام وما سكت عنه

فهو عفو (ابوداؤد، مختلقة باب ما يحل الأكله وما حرم، ص ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض چیزوں کو کھانا چھوڑ دیتے تھے۔ جن کو طبیعت پسند نہیں کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب کو نازل کیا اور حلال کو حلال کر دیا اور حرام کر دیا اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے (یعنی اس پر کوئی موافقہ نہیں ہوگا)۔

ان افعال الاباحة کما هو مختار اکثر الحنفیہ والشافعیہ (شرح مسلم الثبوت، ص ۸۶) تمام کام اصل میں مباح ہیں جب تک ان کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو وہ جائز ہوتے ہیں۔ یہی اکثر احتجاف اور اکثر شوافع کا عقیدہ ہے یہی معتبر ہے۔

ان الاباحة اصل فی الاشياء لقوله تعالیٰ (خلق لكم ما فی الارض جمعیاً) (نور الانوار مع قمر القمار، ص ۷۹) تمام اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، زمین میں تمام چیزیں تمہارے نفع کیلئے پیدا کی ہیں۔

مقامِ توجہ

جب تک ناجائز کہنے والے اس کے ناجائز ہونے پر دلائل قائم نہ کر سکیں تو جائز مانے والے بغیر کسی دلیل کے بھی جائز مان سکتے ہیں، لیس یہی بحث ذہن میں رکھیں یہی شرعی ضابطہ ہے۔

حلال کو حرام سمجھنا

ارشاد خداوندی! یا آیہ النبی لم تحرم ما أحل الله لك کی تفسیر میں علامہ آلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ان تحريم الحلال على وجهين - الاول اعتقاد ثبوت حكم التحرير فيه وهو كاعتقاد ثبوت حكم التحليل في الحرام محظوظ يوجب الكفر والثانى الامتناع من الحلال مطلقاً او مؤكداً باليمين مع حلء وهذا مباح صرف وحلال ممحض (روح المعانی، ج ۱۲ ص ۱۷۸)

حلال کو حرام بنانے کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ حلال چیز کے متعلق حرام ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل ایسا ہی جیسا کہ حرام چیز کو حلال سمجھنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ حلال سے رُک جانا۔ حلال کو استعمال نہ کرنا یا قسم اٹھا کر اپنے آپ پر حرام کر لینا یہ مباح ہے بشرطیکہ وہ حلال چیز پر عمل کرنا باعث عبادت نہ ہو۔

مکروہ تزییہ بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتی، اس کیلئے بھی خاص دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ صرف زبانی دعویٰ کافی نہیں کہ یہ کام ناجائز ہے جب مکروہ تزییہ ثابت کرنے کیلئے دلیل دینی پڑے گی تو حرام بغیر دلیل کے کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے اور حلال کو حرام سمجھنے کا عقیدہ رکھنا جب منع ہے اور باعث کفر بھی ہے تو حلال کو حرام کہنے والے کون سے وہیں کی خدمت کر رہے ہیں۔

اسی مسئلہ کو شامی میں دیکھیں..... لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذا لا بد لها من دليل خاص
(شامی، ج ۱ ص ۲۱۸) صرف مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ مکروہ ثابت کرنے کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

خیال رہے کہ اس مکروہ سے مراد مکروہ تزییہ ہے نہ کہ مکروہ تحریکی۔ علامہ شامی نے اس پر صراحةً کی ہے۔

بُرَيْ القَابِ أَوْ بُرَى تَشْبِيهَاتِكُو مُسْلِمَانَ كَيْلَائِيْ استعمالِ كُوفَّا

الله تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَلْمِنُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنْبِذُوا بِالْقَابِ بِئْسَ لَاسْمُ الْفَسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ

اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برآنام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔

قال البيضاوى البزمختص باللقب السوء وفي القاموس التنازع التعاير والتداعى باللقب يعني

لا تدع بعضكم بعضاً للقب السوء قال البغوي قال عكرمة هو قول الرجل للرجل يا فاسق يا منافق

يا كافر قال الحسن كان اليهودى والنصرانى يسلم فيقال له بعد اسلامه يا يهودى يا نصرانى

فنهو عن ذلك - قال عطاء هو ان تقول لا خيك يا حمار يا خنزير وروى عن ابن عباس قال التنازع

ان يكون الرجل عمل السيئات ثم تاب عنها فنهى ان يغير بما سلف من عمله (مظہری)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مونوں کو ایک دوسرے کو برے القاب دینے سے منع کیا گیا ہے کوئی شخص کسی دوسرے کو اے فاسق، اے کافر،

اے منافق کہہ کرنہ پکارے۔ اسی طرح اگر کوئی یہودی یا عیسائی اسلام قبول کر لے تو اسے اسلام قبول کر لینے کے بعد یہودی اور

عیسائی نہ کہا جائے۔ اسی طرح کوئی شخص کسی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اے گدھے، اے خزرینہ کہے۔ اسی طرح کوئی شخص

گناہوں سے جب توبہ کر لے تو اسے توبہ کے بعد اس کے سابقہ گناہوں پر عارنة والا جائے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کو یہودی سے تشبیہ دینا اور یہودیوں کیلئے جو احادیث استعمال ہیں ان کو مسلمانوں کیلئے

استعمال کرنا درحقیقت قرآنِ پاک کے حکم سے منہ موڑنا ہے۔

سبز رنگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا

ابن عباس گفت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را پر منبر دیدم کہ خطبہ میکردو بردھانے سبز پوشیدہ بود (شرح سفر السعادة) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور سبز رنگ کی چادر آپ کے زیب تھی۔

اس سے پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبز رنگ کی چادر استعمال فرمائی لہذا سبز رنگ کی مخالفت سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس شریف پر اعتراض لازم آئے گا۔

اعتراض..... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالص سبز رنگ کی چادر یا خالص سرخ رنگ کا لباس استعمال نہیں فرمایا بلکہ سبز اور سرخ دھاریاں (کیریں) کپڑے میں ہوتی تھیں۔

کیونکہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: برد سبز برد لیست کہ دران خطوط سبز باشد نہ آنکہ سبز خالص بود چنانکہ برد سرخ نیز بایں معنی است (شرح سفر السعادة) سبز رنگ کی چادر کا یہ مطلب ہے کہ اس میں سبز کیریں ہوتی تھیں یہ نہیں کہ وہ خالص سبز ہوتی تھی جس طرح سرخ چادر کا ذکر ملتا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

جواب..... شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی خود ہی واضح طور پر ذکر فرمایا ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو:

وایں بیان واقع است نہ آنکہ سبز خالص پوشیدن حرام بود چنانکہ سرخ خالص - زیرا کہ به تحقیق ثابت شده است کہ دوست ترین رنگہا نزد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد از بیاض خضرت بود (شرح سفر السعادة) یہ بیان واقع ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبز دھاریوں والی چادر کو استعمال فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ خالص سبز لباس پہننا منع ہے جس طرح کہ سرخ خالص۔ اس لئے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید رنگ کے بعد خالص سبز رنگ بہت زیادہ پسند تھا۔ (شرح سفر السعادة، ص ۲۳۱ مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ سکھ) دوست ترین اور خضرۃ کے الفاظ پر نگاہ کریں، بار بار پڑھیں، ان شاء اللہ یہ واضح ہو جائے گا کہ سفید رنگ کے بعد خالص سبز رنگ آپ کو بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

عن انس قال كان احب الثياب الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان يلبسها الحبرة
(متفق عليه) (مختلقة كتاب المباس) حضرت انس رضي الله تعالى عنه فرماتے ہیں نبی کریم صلی الله تعالى عليه وسلم یعنی دھاریدار لباس پہننا
پسند فرماتے تھے۔

ثم الحبرة نوع من برود الیمن بخطوط حمر وربما تكون بخضر او زرق حبرة كالفظ جو حدیث پاک میں
استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد یعنی چادریں ہیں، جن میں سرخ دھاریاں ہوتیں اکثر طور پر ان میں سبز دھاریاں ہوتیں یا
نیلی دھاریاں ہوتیں۔

نبی کریم صلی الله تعالى عليه وسلم کو یہ کپڑا اس وجہ سے پسند تھا کہ یہ سوتی کپڑا تھا اور نشیس تھا۔

وقيل لكونها خضراء وهى من ثياب اهل الجنة وقد ورد انه كان احب الالوان اليه الخضراء على
مارواه الطبراني في الاوسط وابن السنى وابو نعيم في الطب (مرقاة، ج ٢٨ ص ٢٣٢) اوري بيان کیا گیا ہے کہ
نبی کریم صلی الله تعالى عليه وسلم کو وہ کپڑا اس لئے پسند تھا کہ اس میں سبزرنگ پایا جاتا تھا چونکہ سبزرنگ کا لباس جنتی لوگوں کا لباس ہو گا
یہی پسند کی وجہ تھی۔

اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی الله تعالى عليه وسلم کو سبزرنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

اخراج ابن السنى و ابو نعيم كلاهما في طب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن انس قال كان احب
الالوان الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الخضراء (مظہری، ج ٦ ص ٣٢) حضرت انس رضي الله تعالى عنه فرماتے
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزرنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

ایک فوٹو شیٹ پر غلط نظر سے گزار جس میں مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیث پاک کا عکس دیا گیا اور اس کا غلط ترجمہ شائع کر کے خبث باطنی کا ثبوت پیش کیا گیا۔ امت مسلمہ کو لڑانے کی ایک نہ مومن کوشش کی گئی۔ اور خصوصاً حدیث پاک کا غلط ترجمہ کر کے تاپاک جارت کی گئی۔ خوف خدا کو بالائے طاق رکھ کر جھوٹ کا پلندہ تحریر کیا گیا۔

حدیث پاک اور اس کا غلط ترجمہ

عن أبي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يتبع الدجال من أمتي

سبعون الفا عليهم السيجان رواه في شرح السنة (مشکوٰۃ باب العلامات بین یہی الساعۃ، ص ۳۷۷)

میری امت میں سے ستر ہزار لوگ ہوں گے جو دجال کی اتباع کریں گے جن پر سبز رنگ کے گامے ہوں گے۔

سیجان کا لفظ شامل ہے سبز ٹوپی سبز چادر سبز گپڑی پر۔

غلط ترجمہ کرنے کی وجہ

یہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے، اس کی تین وجہ ہو سکتی ہیں:-

اس کی ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ نظر آتی ہے کہ دعوتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے حضرات سبز گپڑی باندھتے ہیں۔

ان کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کو جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھے اعمال کی توفیق حاصل ہے، اس پر حد کرتے ہوئے

حدیث پاک کے مفہوم کو بدلتا گیا۔ یوں کہا جائے..... سبز گپڑی کو دیکھ کر کذاب جل اٹھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ السیجان کے معنی کو سمجھنے سے مترجم قاصر ہا، کذب بیانی کا مرتكب ہوا۔

تیسرا وجہ اسی مضمون کی دوسری حدیث جو مسلم شریف میں اور مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے۔ اسے مجھپانے کی ناکام کوشش کی گئی۔

عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یتبع الدجال من یہود اصفہان سبعون الفا علیهم الطیالسہ رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب العلامات بن یہی السلاطہ، ص ۳۲۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دجال کی تابعداری کریں گے، ستر ہزار اصفہان کے یہودی جن پر طیالیس ہوں گی۔ تنبیہ..... طیالسہ اور سیجان کے لفظ کا دونوں حدیثوں میں ایک ہی مطلب ہے۔ جسے میں ان شاء اللہ لفت سے واضح کروں گا۔

وضاحت حدیث

یتبع من الاتباع بتشدید الفاء ای یطبع لفظ یتبع میں تاء پر شد ہے اتباع سے لیا ہوا ہے جس کا معنی ہے اطاعت کرنا۔
 اصفہان ہزار پر زبر بھی ہے اور زیر بھی ہے، فاء پر زبر ہے فاء کی جگہ باع کا استعمال بھی ہے۔ شہر کا نام ہے جو عراق کے علاقہ میں ہے۔ بعض حضرات نے کہا اصفہان دو شہر میں۔ ایک خراسان میں ہے جو فاء کی جگہ باع کا استعمال کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)
 حدیث پاک سے ایک بات تو یہ واضح ہوئی وہ قوم جو دجال کی تابعداری کرے گی۔ ان کی علامت بیان کی گئی کہ ان پر طیالیس ہوں گی اور دوسری بات کہ وہ یہود ہوں گے اور تیسری بات کہ وہ اصفہان کے ہوں گے۔ ابھی دجال کا ظہور بھی نہیں کہ دجال کے تبعین تلاش کئے جائیں۔ دجال کا جب ظہور ہو گا تو اس کے تبعین بھی ڈھکے چھپے نہیں رہیں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہودی ہوں گے تو مسلمانوں پر اس حدیث کا اطلاق کیسے صحیح ہے؟

جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق وہ اصفہان کے ہونگے تو پاکستان کے ثابت کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟
 جب طیالسان کا ایک معین رنگ ہی نہیں بیان کیا گیا بلکہ تین رنگ بیان کئے گئے جس کی وضاحت ان شاء اللہ آتی ہے تو صرف سبز رنگ پر زور کیوں؟

طیالسہ اور سیجان کی لغوی تحقیق

ایک حدیث شریف میں طیالسہ استعمال ہے اور دوسری حدیث میں لفظ سیجان استعمال ہے دونوں کا ایک ہی مطلب ہے اس لئے ان الفاظ کی لغوی حیثیت پہلے دیکھیں پھر شارحین کی بحث کو دیکھیں تو مطلب واضح ہو جائے گا۔

الطالسان ضرب من الاوشحة يلبس على الكتف او يحيط بالبدن خال عن التفصيل والخياطة

او هو ما يعرف في العامية المصرية بالشال (فارسی معرب تالستان او تالشان) (معجم الوسيط)

طالسان ایک لباس ہے جو زینت کیلئے کندھے پر استعمال کرتے ہیں یا اس سے بدن کو ڈھانپتے ہیں۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہوتی (کہ یہ حصہ بازو کیلئے ہے تو یہ پیٹ کیلئے وغیرہ) اور اس کی سلامی بھی نہیں ہوتی (واضح ہوا کہ وہ چادر ہوتی ہے) یا یہ کہ مصر میں عام لوگ جسے شال کہتے ہیں، وہی طالسان ہے۔ اصل میں یہ لفظ فارسی ہے اور اصل میں تالسان یا تالشان تھا۔ عربی میں اسے طالسان بنا لیا گیا یعنی یہ لفظ معرب ہے۔

الاطلس من الثياب الواسخ او ما في لونه طلسه (معجم الوسيط)

جس کپڑے میں میل ہو یا جس کا رنگ طلسہ (طاء پر پیش، لام ساکن) ہو، اسے اطلس کہا جاتا ہے۔

طلسه الغبرة الى السواد و مارق من السحاب

میالارنگ جو سیاہی مائل ہو اور پتے بادلوں کا جو رنگ ہوتا ہے اسے طلسہ کہا جاتا ہے۔

المعجم الوسيط سے کی گئی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ طیالسہ جمع ہے طیلسان یا طالسان کی جس کا معنی ہے چادر، شال اور اس کا رنگ خاکستری سیاہی مائل ہوتا ہے۔

السيجان تصغير الساج، سويچ، والجمع سيجان - ابن الاعرابي السيجان الطيلسان السود واحدها ساج ساج کی تلفیر سویچ ہے اور جمع سیجان ہے ابن الاعرابی نے کہا السیجان سیاہ رنگ کی چادریوں کو کہا جاتا ہے۔ اس کا واحد ساج ہے۔

وفى حدیث ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان يلبس فى الحرب من القلانس ما يكون من السيجان الخضر جمع ساج وهو الطيلسان الاخضر حضرت ابن عباس رضى الله تعالى عنهمَا کی حدیث میں ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے جو بزر سیجان سے بنی ہوئی ہوتی تھی۔ سیجان ساج کی جمع ہے۔ بزر رنگ کی چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔

الساج ضرب من الشجر يعظم جداً ويذهب طولاً وعرضًا وله ورق كبير (ج) سیجان (معجم الوسيط)

سیجان جمع ہے ساج کی۔ ساج ایک بہت بڑا درخت ہے جو طول و عرض میں پھیلا ہوا ہوتا ہے اور اس کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں۔

ہماری زبان میں اسے ساگوان کہا جاتا ہے اس کی لکڑی بھی سیاہ ہوتی ہے۔

یہاں سے ایک اور بات سمجھیں میں آئی کہ سیجان کا معنی ٹوپی کرنا غلط ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے جو سیجان کی بنی ہوئی تھی۔ نہیں کہ سیجان پہنتے تھے جس کا معنی ٹوپی ہے۔ سیجان سبز رنگ کی چادر کو بھی کہتے اور سیاہ رنگ کی چادر کو بھی اور بھی ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ٹوپی جنگ میں استعمال کرتے تھے وہ ساگوان کی لکڑی کی چھیل سے بنتی ہو۔

وقيل الطيلسان المقور ينسج كذاك كان القلانس تعمل منها او من نوعها (سان العرب)

بعض حضرات نے بیان کیا سیجان (یہ سیجان کی بحث میں ہی ہے) اس طیلسان (چادر) کو کہتے ہیں جس پر سیاہ رنگ کا تار کو لگایا ہوتا ہے اس سے وہ کپڑا بنتا ہوا ہوتا ہے اسی تار کو والے دھاگہ سے یا اس قسم کے سیاہ دھاگہ سے ٹوپیاں بھی بنائی جاتی تھیں۔

اس سے ایک اور احتمال ثابت ہو گیا کہ ہو سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیاہ رنگ کی ٹوپی جنگ میں استعمال فرماتے ہوں۔

والساج الطيلسان الأخضر او الضخم الغليظ او الاسود او المقور ينسج كذاك وبه فسر حديث ابن عباس كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يلبس في الحرب من القلانس ما يكون من السيجان وفي حديث أبي هريرة اصحاب الدجال عليهم السيجان (تاج العروس) ساج سبز رنگ کی چادر کو کہاتا جاتا ہے (نہایہ میں اسی معنی سے ابتداء کی گئی ہے) ساج موٹے کپڑے لحاف وغیرہ پر بھی بولتے ہیں اور ساج سیاہ رنگ کی چادر کو بھی کہتے ہیں ساج تار کو والے سیاہ دھاگہ سے بنے ہوئے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔

اس کی وضاحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے جو سیجان کی بنی ہوئی تھی۔

سیجان سے سبز پکڑی مراد لینا غلط ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے کہ دجال کی تابع داری کرنے والوں پر سیجان ہوں گی اور لغوی تحقیق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سیجان کا معنی سیاہ رنگ کی چادر، تار کوں ملے ہوئے دھاگہ سے بنی ہوئی چادر اور سبزرنگ کی چادر ہے تو صرف سبزرنگ ثابت کرنا کس طرح ڈرست ہے؟

عمامہ معنی کرنا کیسے صحیح ہے؟

وقیل الساج الطیلسان المدور و یطلق مجازا علی الکساء المربع (تاج العروں) اور بیان کیا گیا ہے کہ ساج گول چادر کو کہا جاتا ہے اور مجازی طور پر مربع (چورس) چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔

اب ذرا خود فیصلہ کریں کہ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی کیا ضرورت پڑ رہی ہے اور وہ بھی مربع چادر تک مجازی معنی کیا جاسکتا ہے پکڑی معنی کرنا تو مجازاً بھی ڈرست نہیں۔

اعتراض..... سیجان کا معنی سیاہ چادر کرنا تو غریب ہے۔ سیاہ رنگ کی چادر والا معنی لے کر کیسے بحث کی جاسکتی ہے؟

جواب..... قلت قال ابن الاعربی السیجان الطیلسة السود واحدها ساج فكيف يكون مع هذا النقل غریبا (تاج العروں) ابن اعرابی نے کہا ہے سیجان سیاہ چادروں کو کہا جاتا ہے سیجان کا واحد ساج ہے پھر انہوں نے اشعار نقل فرمائے جن میں ساج استعمال ہے تو غریب کیسے کہا جاسکتا ہے۔

منجد عربی، اردو کو دیکھئے

’الساج‘ (ساکھو کا درخت) ’ج سیجان‘ ’واحد ساجة‘ (کشادہ، گول چادر) ’کساء مسرج‘ (گول چادر) ’طلس (س) طلس‘ - ’طلس (ک) طلسۃ‘ (خاکستری رنگ کا ہونا) - ’الطلس‘ (کالی چادر) - ’الطلس‘ (محوشہ تحریر، میلا کپڑا) - ’الطلسۃ‘ (خاکستری رنگ) - ’طیلسان‘ (سبز چادر جس کو علماء و مشائخ استعمال کرتے ہیں)۔

سبحان اللہ! صاحب لغت اور مترجمین علماء نے تو طیلسان کو معنی علماء و مشائخ کی سبز چادر بیان کیا لیکن متعصبين نے طیلسان جو یہودیوں کا خاص لباس تھا اسے مسلمانوں کیلئے صرف مسلمان نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں چلنے والوں کیلئے استعمال کر کے حدیث شوپاک کا مفہوم بدل دیا ہے اور سبز عمame پر انطباق کر کے اپنی عاقبت خراب کی ہے۔

حدیث مسلم پر حاشیہ مشکوٰۃ دیکھئے

مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہو گے جو دجال کی تابعداری کریں گے ان پر طیالیس (خاکستری چادریں) ہوں گی۔ اس پر حاشیہ دیکھیں:

**الطيالسة جمع الطيلسان وهو مغرب تالسان وهو ثوب معروف وقد احتاج ابن القيم على ذم ليس
الطيالسان بهذا الحديث وبما روى عن انس انه رأى جماعة عليهم الطيالسة فقال ما اشبه هولاء
بـ يهود خيبر واجاب عنه فى فتح البارى ان الطيالسة فى ذلك الوقت كان من شعار اليهود فانكر
ذلك انس ثم ارفع - فى هذه الاذمنة فتدخل فى عموم المباحثات وقد ثبت فى احاديث كثيرة
التطلس والتقぬن عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم و الصحابة (لمعات، مرقاة)**

طیالسہ جمع ہے طیلسان کی، یہ فارسی لفظ تالسان سے عربی بنایا گیا ہے یہ ایک مشہور و معروف کڑا ہے اب ن قیم نے طیلسان کے استعمال کی اسی حدیث کے ذریعے نہ مدت ثابت کی۔ اسی طرح ایک اور حدیث کو بھی اس نے اپنے موقف پر دلیل بنایا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے طیالیس اور حمی ہوئی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو خیر کے یہودیوں سے بہت ہی مشابہت ہے۔ فتح الباری میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس وقت طیلسان کا استعمال یہودیوں کی مذہبی علامت تھی ان کی مشابہت کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسند سمجھا۔ اب جب اس زمانہ میں طیلسان کا استعمال عام ہو گیا یہودیوں کی خاص علامت نہ رہی تو عام مباحثہ چیزوں کی طرح اس کا حکم بھی ہو گیا۔ کثیر احادیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طیلسان کا استعمال ثابت ہے۔ (طیلسان کے معنی تفصیلی طور پر ذکر کر دیئے گئے ہیں)

اور اسی طرح آپ سے اور صحابہ کرام سے قناع کا استعمال بھی ثابت ہے قناع کا معنی اور حنفی اور دو پشہ ہے۔

اس بحث سے بھی واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سبز رنگ کی چادر کو استعمال کیا اس لئے سبز رنگ کی چادر پر طعنہ زنی جہالت و حماقت ہے اور سبز عمامہ پر اس انطباق اس پر مستزاد ہے۔

احادیث مذکورہ کے معروف تراجم سے استدلال ایک قدیم ترجمہ دیکھئے
وہ حدیث مبارکہ جو شرح السنۃ کے حوالے سے مشکوٰۃ میں مذکورہ ہے جس میں سیجان کا ذکر ہے اور جس کا ترجمہ متعصبین نے غلط کیا ہے اس کے ایک پرانے ترجمہ کی طرف توجہ کریں۔ یہ اس لئے حوالہ دیا جا رہا ہے کہ اس ترجمے کو موجودہ دور کے مسلکی تعصبات سے قبل لکھا گیا ہے اور اسے متعضین کے ہم خیال بھی مانتے ہیں:

روایت ہے ابو سعید خدری سے کہا کہ: فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متابعت کریں گے دجال کی میری امت میں ستر ہزار کہ اوپر ہوں گی (ان کے) سیاہ چادریں۔ (الرجمۃ المحمدۃ ترجمۃ المشکوٰۃ۔ مطبع القرآن والسنۃ امرت بر جزء ربع الرابع، ص ۱۱۹)

اسی ترجمہ سے دوسری حدیث کو دیکھیں جو مسلم شریف کی حدیث ہے جس میں طیالسہ کا لفظ استعمال ہے۔

روایت ہے انس سے کہ نقل کی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرمایا پیروی کریں گے دجال کی یہود اصفہان سے ستر ہزار کہ ان پر سیاہ چادریں ہوں گی۔ (ص ۱۱۲ حوالہ مذکور)

مظاہر حق کو دیکھیں

شرح السنۃ کی حدیث جس میں سیجان کا ذکر ہے جس کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ اور وضاحت مشکوٰۃ شریف کی شرح مظاہر حق ص ۳۲۰ پر دیکھیں، وہ یہ ہے: اور روایت ہے ابو سعید خدری کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متابعت کریں گے دجال کی میری امت میں سے ستر ہزار کہ ان پر ہوں گے سیجان کہ قسم پہناؤے کی ہے یہ نقل کی بغوی نے شرح السنۃ میں۔

ف: سیجان زیر سین مہملہ اور جزم یا سے کہ بعد اس کے جیم ہے جمع ساج ہے جیسے تیجان جمع تاج کی بمعنی طیلسان سبز یا سیاہ کے۔

تنبیہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام علماً اور مسلمانوں کو تبلیغ احکام کی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لحاظ سے اور حق را کی دعوت دینے کے لحاظ سے آپ کی امت کو امت دعوت کہا جاتا ہے۔ جس میں کافر بھی داخل ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو صرف مسلمانوں نے قبول کیا ہے اس لحاظ سے آپ کے مسلمانوں کی امت کو امت اجابت کہا جاتا ہے
اب اس تنبیہ کے بعد یہ صحیح ہے:

امتی ای امة الاجابة او الدعوة وهو الا ظهر لما سبق انهم من يهود اصفهان (مرقاۃ، ج ۱۰، ص ۲۷)

حدیث شریف میں جو ذکر ہے میری امت میں سے اس سے مراد امت اجابت ہے یا امت دعوت؟ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد امت دعوت جو علماً کو بھی شامل ہے اس لئے پہلے حدیث مسلم میں گزر چکا ہے کہ وہ لوگ جو دجال کی تابعداری کریں گے وہ اصفہان کے یہود ہوں گے۔

مسلم شریف جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے اس کی سند قوی ہے۔ لیکن شرح النہ کی یہ حدیث سند کے لحاظ پر ضعیف ہے: **قبل فی سندہ ابوہارون و هو متروک** (مرقاۃ، ج ۱۰ ص ۲۷)

بیان کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں ابوہارون ہے جو متروک ہے اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مطلقاً آپ کی امت سے مسلمان مراد نہیں بلکہ یہودی مراد ہیں جس کا ذکر دوسری حدیث میں ہے جو سند کے لحاظ سے اس سے قوی ہے۔

راقم کا خیال

طیلسان اور سیجان کے معانی میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ بزر چادر کو بھی کہا گیا سیاہ رنگ کی چادر کو بھی کہا گیا اور تار کوں لگے ہوئے دھاگہ سے تیار چادر کو بھی کہا گیا ہے بلکہ جو پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیاس میں استعمال کرنے والوں کو یہود نبیر سے تبیہ دی اس کے متعلق مظاہر حق میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک وقت شعار یہود سے ہوا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کرنا اس سبب سے ہو، یا یہ کہ راقم کا اس پر موقف یہ ہے کہ دجال کے تبعین کی چادر وہ کے رنگ ایسے ہوں گے جو بزر، سیاہ اور زرد کی آمیزش سے خاکستری زردی مائل رنگ ہوتا ہے۔

یہ قول سب اقوال کا جامع ہے اس طرح متربیین، شارحین نے جو مختلف رنگ تحریر کئے ہیں ان میں کوئی اختلاف اور کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ ایسا رنگ ہوگا جو سب رنگوں کا مجموعہ ہوگا اگر نہ سمجھ آئے تو دوپتے رنگے والوں سے جا کر پوچھ لیں اور دیکھ لیں کہ ان تینوں رنگوں کے مجموعے سے کون سارنگ بنتا ہے۔

حرف آخر

دجال کی تابعداری کرنے والی دو حدیثیں ہیں ایک حدیث مطلق ہے اور ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے یہود ہوں گے۔ جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے وہ سند کے لحاظ پر قوی ہے جبکہ دوسری کے ہارون کے متروک ہونے کے سبب ضعف کا قول کیا گیا ہے لہذا دوسری حدیث سے بھی مراد یہود ہی ہیں۔ تمام شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

ایک حدیث میں طیالسہ آیا ہوا ہے اور ایک میں سیجان ان دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی مراد ہے طیالسان کا حقیقی معنی گول چادر، شال ہے۔ اور مجازی معنی مرلٹ چادر ہے۔ طیالسان کا معنی ٹوپی نہیں بلکہ طیالسان سے بنی ہوئی ٹوپی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ میں استعمال کی۔ طیالسان یا ساج جس کی جمع سیجان ہے گزدی معنی نہیں ہاں بعض اوقات انسان چادر کو گرمی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے سر پر رکھ لیتا ہے۔ اس طرح سر پر استعمال کہیں مل سکتا ہے۔

سبزرنگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پسند فرمایا ہے اور سبز دھاریدار کو استعمال فرمایا ہے سبزرنگ کا لباس جنتیوں کا ہوگا سبزرنگ کی چادر میں علماء و مشائخ نے استعمال کی ہیں۔ طیالسان کے تین رنگ اہل لغت نے بیان کئے ہیں: سبز، سیاہ، زرد۔

حدیث کا غلط معنی جان بوجہ کر کرنا جرم عظیم ہے، کذب بیانی ہے، اپنے آپ کو گنہگار کرنا لازم آتا ہے، حدیث پاک کا واضح مفہوم وہی ہے جو دونوں حدیثوں کا مجموعی مفہوم ہے، طیالسان کا رنگ وہی صحیح ہوگا جو تینوں رنگوں کا مجموعہ ہے۔

اب حدیث پاک کا سیدھا مفہوم یہ ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے ستر ہزار یہود ہوں گے ان کے اوپر خاکستری زردرنگ کی شاییں ہوگی۔

خدارا کسی کی مخالفت میں قرآن پاک اور حدیث پاک کا مفہوم نہ بد لیں، یہ طریقہ یہود و نصاریٰ کا ہے۔ اسلام کی بغاوت کرنے والے، اسلام کی تعلیمات کا مزاح اڑانے والے، قرآن و حدیث کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے والے یہود و نصاریٰ کے آلہ کار کافی مقدار میں پاکستان میں موجود ہیں۔ علماء کا یہ کام نہیں کہ وہ اندازِ تبلیغ ایسا اختیار کریں جسے دیکھ کر لوگ اسلام اور علماء سے ڈور بھاگیں۔

السنة الزوائد تارکها لا يستوجب اساعة كسير النبي فى لباسه و قعوده و قيامه فان هولاء كلها لا تصدر منه على وجه العبادة وقصد القرابة بل على سبيل العادة فانه كان يلبس جبة حمراء و خضراء وبيضاء طويلاً الكمين وربما يلبس عمامة سوداء وحمراء وكان مقدارها سبعة اذرع او اثنى عشر ذراعاً او اقل او اكثراً و كان يقع محتباً تارة و مربعاً للعذر و على هيئة التشهد اكثر فهذا كلها من سنن الزوائد يثاب المرء على فعلها ولا يعاقب على تركها وهو في معنى المستحب الا ان المستحب ما احبه العلماء وهذا ما اعتاده النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، (نور الانوار، ص ۱۶۷)

الا ان المستحب الخ في الدر المختار ويسمى مندوباً وادباً وفضيلة وهو فعله عليه الصلة والسلام مرة وتركه اخرى وما احبه السلف، (قرارات القمار)

سنن غير مؤكدة کے تاریک کو گناہ کا مرتكب نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لباس، بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں تھی یہ تمام کام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطور عبادت صادر نہیں ہوئے تھے بلکہ بطور عادت صادر ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبکہ لمبی استینیوں والا سرخ (دھاریدار) اور سبز (دھاریدار) بھی استعمال فرمایا اور سفید رنگ کا بھی استعمال فرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ سیاہ رنگ کا اور سرخ (دھاریدار) بھی استعمال فرمایا اس کی لمبائی سات ہاتھ بھی ثابت ہے اور بارہ ہاتھ بھی، قلیل مقدار اور کثیر مقدار بھی ثابت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احتباء کے طور پر بیٹھنا بھی ثابت ہے یعنی سرین کو زمین پر رکھنا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا اور ان پر کپڑے کا گھیرالگانا احتباء کہلاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چوکیڑی مار کر بیٹھنا بھی ثابت ہے اگرچہ صاحب نور الانوار نے وجہ عذر چوکیڑی مار کر بیٹھنے کا ذکر کیا ہے لیکن فقه کی دیگر کتب شامی وغیرہ میں مطلقاً ثابت کیا گیا ہے عذر کی کوئی قید نہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تشهد کے حال کی طرح بیٹھنا بھی ثابت ہے۔

یہ تمام کام سنن غیر مؤكدة ہیں جن کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے پر کوئی گناہ نہیں۔ مستحب کا بھی یہی حکم ہے۔ سنن غیر مؤكدة اور مستحب میں یہ فرق ہے کہ سنن غیر مؤكدة وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی (یا آپ نے عبادت کے طور پر کوئی کام چند مرتبہ کیا ہوا اور زیادہ مرتبہ چھوڑا ہو) لیکن مستحب وہ ہے جسے علماء نے پسند کیا ہو۔

دریختار میں ہے کہ مستحب، مندوب، ادب، فضیلت عام ہے۔ سنن غیر مؤكدة پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے اور سلف صالحین نے جسے پسند کیا ہوا سے بھی مستحب کہا جاسکتا ہے لیکن اسے سنن غیر مؤكدة نہیں کہا جاسکتا۔

روی القضاوی والدیلمی فی مسند الفردوس عن علی کرم اللہ وجہہ مرفوعا

العمائیم تیجان العرب (مرقاۃ، ج ۲۵۰ ص ۸۷)

پگڑیاں عرب کے تاج ہیں۔

وروی الدیلمی عن ابن عباس العمائیم تیجان العرب فاذا وضعوا عزهم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے پگڑیاں عرب کا تاج ہیں
جب وہ پگڑیاں اپنے سرود پر رکھتے ہیں تو وہ اپنے سرود پر عزت کے تاج سجائیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ کی لمبائی

جیسا کہ پہلے نور الانوار سے بیان کیا گیا ہے وہی علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بیان فرمایا:

انه كان له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامة قصیرة و عمامة طولية و ان القصیرة

كانت سبعة اذرع والطويلة اثنى عشر ذراعاً (مرقاۃ، ج ۲۵۰ ص ۸۷)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پگڑی مبارک چھوٹی بھی ہوتی تھی اور لمبی بھی، چھوٹی سات ہاتھ اور لمبی بارہ ہاتھ ہوتی تھی۔

یاد رہے کہ ایک ذراع (ہاتھ) چوبیں انگلیوں کی تعداد کے برابر ہے جو موجودہ پیانوں کے لحاظ سے تقریباً ڈیڑھ فٹ بنتا ہے۔
اس طرح سات ہاتھ والی پگڑی سائز ہے تین گز جبکہ بارہ ہاتھ لمبی مقدار چھ گز بننے گی اور میثروں میں بالترتیب سوا تین اور
سائز ہے پانچ میٹر تقریباً ہوگی۔

تاہم اس بحث میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ طور پر اعتدال کو مد نظر رکھا۔

بہت چھوٹی پگڑی سر کو دھوپ وغیرہ سے نہیں بچا سکتی اور زیادہ لمبی تکلیف دہ ہے اسلئے سات ہاتھ لمبائی پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ کا ایک شملہ

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اعتم سدل عمامته

بین کتفیه۔ 'رواه الترمذی وقال هذا حديث غريب' (مکلوۃ کتاب المباس)

سدل ای ارسل وارخی عمامتہ ای طرفہا الذی یسمی العلامۃ والعذبة (مرقاۃ، ج ۸ ص ۳۳۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کی طرف (کنارے) کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے یعنی آپ کے عمامہ کا ایک شملہ ہوتا تھا اور وہ دونوں کندھوں کے درمیان ہوتا تھا۔

ابن عبدالسلام کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح عمامہ باندھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا..... یدیر کور للعمامۃ علی راسہ و یفرشها من ورائہ ویرخی له ذواۃ بین کتفیه (الوقاء لابن جوزی، مرقاۃ، ج ۸ ص ۳۳۹) کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر عمامہ کو گول طور پر لپیٹتے تھے اور پیچھے سے اسے بٹھا دیتے تھے اور شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ کے دو شملے

فی روایة ارسلها بین يدیه و من خلفه

ایک روایت میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شملہ آگے لٹکاتے تھے اور ایک پیچھے۔

عن عبد الرحمن بن عوف قال عمنی رسول اللہ ﷺ فسدلها بین يدی و من خلفی 'رواه ابو داؤد' عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی باندھی اور اس کا ایک شملہ آگے رکھا اور ایک پیچھے رکھا۔

قال ابن الملك ای ارسل لعمامتی طرفین احدهما علی صدری والاخری من خلفی

بیان کردہ حدیث کی شرح میں ہی ابن ملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ نے میری پگڑی کی دو طرفیں لٹکائیں ایک میرے سینہ پر اور دوسرا طرف میرے پیچھے۔

..... مقصود واضح ہوا کہ دو شملے رکھے.....

عبد الرحمن بن عوف يقول عمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فسدلها بین يدی و من خلفی 'رواه ابو داؤد'

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پگڑی باندھی (اس کے دو شملے رکھے) ایک میرے آگے کی طرف لٹکایا اور دوسرا میرے پیچھے کی طرف۔

عن علی کرم اللہ وجہہ انه ﷺ عممه بعمامة و اسدل طرفیها علی منکبیه (مرقاۃ، ج ۸ ص ۳۳۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بے شک انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پگڑی باندھی

(اور اس کے دو شملے رکھے) ایک شملہ ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرا کندھے پر۔

وقد ثبت فی السیر بروايات صحیحة ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یرخی علامتہ احیاناً بین کتفیہ و احیاناً یلبس العمامۃ من غیر علامۃ فعلم ان الاتیان بلکل واحد من

تلک الامور سنتة (مرقاۃ، ج ۸ ص ۱۵۰)

سیر کی بحث میں روایات صحیحہ سے ثابت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی اپنے کندھوں کے درمیان شملہ رکھتے تھے اور کبھی بغیر شملہ کے ہی گڑی باندھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ تینوں صورتیں سنت ہیں، خواہ ایک شملہ رکھے یا دو شملے رکھے یا ایک شملہ بھی نہ رکھے۔

بعض حضرات نے بغیر شملہ کے مکروہ کہا ہے لیکن اگر شملہ سنت مؤکدہ ثابت ہو تو پھر کراہیت کی بات ہے اگر سنت مؤکدہ نہ ثابت ہو سکے تو خلاف اولیٰ ہے۔ (مدارج)

لیکن ملاعلیٰ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بغیر شملہ کے بھی سنت میں داخل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شملہ کی لمبائی

علماء فرماتے ہیں کہ کم سے کم شملہ چار انگل ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کرتک اس سے زیادہ اسبال میں داخل ہے جو مکروہ ہے۔ (مدارج النبوة، ج ۱، بحث عمامۃ نبوی)

شملہ کی ایک اور صورت

شملہ میں تحذیک بھی ثابت ہے تحذیک یہ ہے کہ شملہ کو بائیں جانب سے تالو اور ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر وہی جانب عمامہ میں انکالیں۔ (مدارج النبوة بحث عمامۃ نبوی)

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جناب فقیہ اعظم استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا نوراللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مندرجہ ذیل سوالات کے متعلق فتویٰ طلب کیا آپ نے اس کا بہت مفصل جواب تحریر فرمایا جو تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اس کو میں مختصر اور آسان لفظوں میں بطور خلاصہ پیش کر رہا ہوں:-

سوال نمبر ۱ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال نمبر ۲ اور کیا نجی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا فعل ایقاولاً ثابت ہے؟

سوال نمبر ۳ کسی حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز کا اور ٹوپی بمع عمامہ باندھ کر ادا کرنے سے ستر ہزار گناہ اندھا ب ملتا ہے؟ نیز کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جوابات کا خلاصہ

قرآن کریم و حدیث پاک اور فتنہ خنی سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نبہت اپنے دین و مستحق ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

یَبْنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

اے اولادِ آدم اپنی زینت حاصل کرو ہر مسجد کے نزدیک۔

زینت سے مراد وہ لباس ہے جو جسم انسانی کے ضروری پوشیدنی حصوں کا ستر کر سکے اور مسجد سے مراد ہے: **ان المراد من**

الزينة الثياب الموارى للعورة والمراد من المسجد هو الصلوة (تفیرات احمدی ص ۲۷۳، الکلیل ج ۱۱۰ ص ۲۲)

واضح ہوا کہ نماز میں ایسی زیبائش ہونی چاہئے جو شرعاً جائز ہے اس سے پتا چلا کہ قیص، عمامہ وغیرہ مستحب ہیں اور خصوصاً نگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

تکرہ الصلوٰۃ مکشوف الرأس لان فیه ترک اخذ الزينة المأمور بها مطلقاً (ازمیۃ، غدیۃ صغیری)

نگے سر نماز اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں زینت کی ترک لازم آتی ہے جس کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔

تمام فقهاء کرام نے صراحةً ٹوپی کا ذکر کیا ہے، صاحبِ ذریحتار فرماتے ہیں:

ان رفع العمامة او القلنسوة بعمل قليل اذا سقطت افضل من الصلوة مع کشف الرأس (ذریحتار)
بے شک عمل قليل سے سر سے گرنے والی گہڑی یا ٹوپی کو اٹھانا اور سر پر رکھنا افضل ہے بہت ننگے سر کے۔

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یامر بستر الرأس بالعمامة او القلنسوة وینهی

عن کشف الرأس في الصلوة (کشف العہد للشراطی، ج ۱ ص ۸۷)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم فرماتے تھے کہ نماز میں سر کو گہڑی یا ٹوپی سے ڈھانپ کر کھا جائے اور ننگے سر نماز ادا کرنے سے آپ منع فرماتے تھے۔

کان یلبس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القلانس تحت العمائم و بغير العمائم و یلبس العمائم بغير القلانس (کنز العمال ج ۲ ص ۲۳۲ جامع الصیرف ج ۲ ص ۳۲۲ و حکذانی السیرۃ الأخلاقیہ ج ۲ ص ۳۶۲، المثل لابن الحاج، زاد المعاد، سفر السعادة، شرح سفر السعادة)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گہڑی کے نیچے ٹوپی اور ٹوپی بغیر گہڑی کے اور گہڑی بغیر ٹوپی کے استعمال فرمائی۔

روی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان له قلانس یلبسها وقد صح ذلك اقول الظاهر ان المراد لبسها بغير عمائم (تکملۃ البحر، ج ۸ ص ۲۸۲ و حکذانی البندیۃ)

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ٹوپیاں تھیں جن کو آپ پہننا کرتے تھے یہ بات پایہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے اور مراد بھی اس سے ٹوپی کا استعمال بغیر گہڑی کے ہے۔

المستحب ان يصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قميص و ازار و عمامة (عامگیری، ج ۱ ص ۳۱)

مستحب یہ ہے کہ مرد نمازوں کو تین کپڑوں میں ادا کرے۔ قميص، چادر اور گہڑی میں۔

اعتراض..... ترمذی اور ابو داؤد میں حدیث مذکورہ ہے:

ان فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم على القلانس

بے شک ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق گپڑیوں کو ٹوپیوں پر باندھنے سے ہوتا ہے۔

اس حدیث سے تو واضح ہوا کہ ٹوپی پہننا طریقہ مشرکین ہے اور گپڑی اور ٹوپی دونوں کا استعمال یا صرف گپڑی کا استعمال جس طرح بعض روایات میں ہے وہی مسنون ہے۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف ٹوپی کی علامت کفار ہی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ مرقاۃ ج ۸ ص ۱۵۰ میں ہے:

جواب یہ حدیث ضعیف ہے اس سے علامت کفر ثابت کرنا ممکن نہیں، ترمذی نے خود ہی بیان کیا ہے:

و اسناده ليس بالقائم ولا نعرف ابا الحسن العسقلانى ولا ابن ركانة

اس حدیث میں ابو الحسن عسقلانی اور ابن رکانہ راوی دونوں ہی مجھول ہیں لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔ علامہ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تختی بے جا اور بلا دلیل ہے۔

حدیث کے متعلق استفتاء کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق سوال نمبر ۳ میں پوچھا گیا ہے وہ تو کہیں نہیں مل سکی البتہ یہ ملیں:

رکعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بالا عمامة (کنز العمال، ج ۸ ص ۱۹)

عمامہ کے ساتھ دو رکعت ادا کرنا بغیر عمامہ کے ستر رکعت ادا کرنے سے افضل ہے۔

الصلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوة بلا عمامة

وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة (کنز العمال، ج ۸ ص ۱۹)

نفل نماز ہو یا فرض ہو بغیر گپڑی کے پچیس رکعت ادا کرنا اور گپڑی سے ایک رکعت ادا کرنا برابر ہے

اور جمعہ کی ستر نماز میں بغیر گپڑی کے ادا کرنا اور گپڑی سے ایک ادا کرنا برابر ہے۔

صرف وہ ٹوپی پہننا تاجائز ہے جو لفڑا کا شعار ہواں کے بغیر ہر قسم کی ٹوپی پہننا جائز ہے۔ گپڑی بغیر ٹوپی کے، گپڑی بمعنی ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر گپڑی کے سب صورتیں جائز ہیں البتہ عمامہ کا استعمال افضل ہے سنت غیر موکدہ ہے باعثِ ثواب ہے اس کا تارک گنہگار نہیں۔

لمحات فکر متحب پر جری عمل کرانا کیا باعثِ ثواب ہے؟

دل بد لے جائیں تاکہ لوگ محبت سے عمامہ استعمال کریں جس سے رقم کو ثواب نظر نہیں آتا۔ ترک فرائض پر پہلے عمل کرانا ضروری ہے۔ تارکین صلوٰۃ کی طرف پہلے نظر کھلی جائے۔ تارک واجبات پر دوسری نظر کی ضرورت ہے اس لئے جماعت سے نماز ادا نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرنا بھی ضروری ہے۔ ترک سنت موکدہ پر تیسری نظر ہو۔ جو لوگ سنت کے مطابق داڑھیاں نہیں رکھتے ان سے سنت موکدہ کی تمحیل کرائی جائے۔ متحبوات کی طرف چھوٹے درجہ میں توجہ کی ضرورت ہے اب عمامہ باندھنے کی ترغیب دینا یا حکم دینا بھی محسن امر ہے۔ صرف یہ نہ کہ نماز کوئی پڑھے یا نہ پڑھنے کی پابندی کرے یا نہ کرے داڑھی سنت کے مطابق رکھے یا نہ رکھے البتہ عمامہ سر پر سجائے رکھے۔

رقم کو یہ طریقہ بھی کہیں سے نہیں سمجھھ آیا، رقم کا وہی خیال ہے جو ابھی چند سطروں میں بیان کر دیا گیا۔ فرائض پھر واجبات پھر سنت موکدہ پھر سنت غیر موکدہ پھر متحب پر عمل کرایا جائے۔ متحبوات کی ترک پر جب رب تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے موآخذہ نہیں تو تختی مناسب نہیں۔

سنت کو زندہ کرنا جب لوگ اس پر عمل نہ کر رہے ہوں یہ بھی عظیم ثواب ہے۔
آئیے دل سے محبت سے عمامہ باندھنے کی سنت کو جاری کر دیں رنگ کوئی بھی ہو، جائز ہے۔

بزر گپڑیوں والے **دعوتِ اسلامی** کے ارکان کے دلوں پر کوئی حکومت کر رہا ہے ان کے دل سنتِ مصطفوی پر عمل کرنے کی محبت کرتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے جیسے ناکارہ لوگوں کے دلوں پر بھی کوئی حکمرانی کرے پھر جو عمل کریں، اس میں خلوص ہو گا۔ دلوں پر حکومت کرنے اور جری عمل کرانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دعوتِ اسلامی کے ارکان کو اور ان کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس عطّار قادری مخلصہ العالی کو رقم دل کی گہرائیوں سے سلام سنت، سلام عقیدت، سلام محبت پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مساعی میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور فیضانِ رضا (عشق و محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مزید عام کرنے کی توفیق خیر رفیق فرمائے۔ آمین۔ بجاہ الٰہی الٰہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عبد الرزاق چشتی بھترالوی

دارالافتاء جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

﴿ مدنی پھول ﴾

کتاب ایک بہترین ساتھی ہے۔ تہائی کاموں اور سفر و خضر کیلئے بہترین راہنماء ہے۔ اچھی کتابوں کے مطالعے سے نہ صرف یہ کہ انسان کی معلومات میں اضافہ اور وسعت پیدا ہوتی ہے بلکہ اخلاق و کردار میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ تاہم کتاب کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ دیکھنے اور کہنے میں تو فخش ناول اور بد عقیدگی پھیلانے والا لثر پھر بھی کتاب ہی ہے مگر وہ کتابیں نہ صرف یہ کہ تفہیج اوقات کا باعث ہیں بلکہ بسا اوقات اعمال صالحہ اور عقیدہ وایمان پر بھی ایسا کاری وار ثابت ہوتی ہیں کہ ان کی ہلاکت آفرینیوں کا کوئی مداوا بھی نہیں ہو سکتا۔ لہذا کتاب خریدتے وقت اس کے مصنف اور اس کے نظریات و اعتقادات کو ضرور ملاحظہ رکھا کریں۔ علمائے اہل سنت کی تفہیفات پڑھیں اور اپنے ایمان و عقیدہ کی سلامتی اور تحفظ کا خیال رکھیں۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

